DEPARTMENT OF PERSIAN

PATNA UNIVERSITY, PATNA

E CONTENT FOR M. A. PERSIAN SEMESTER II

PAPER : CC-6 UNIT - I

TOPIC:

GHAZALIAT - E- HAFIZ SHIRAZI

by

Prof. Md. Abid Hussain

Professor

Department of Persian

Ptana University

mobile No. 9430251307

email: abidb28@gmail.com

Lesson No. 01

خواجہ حافظ شیرازی اوران کی غزل گوئی

شمس الدین محمد حافظ شیرازی آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں ۷۲۶ھ کے قریب شیراز میں پیدا ہوئے۔ان کا پورا نام شمس الدین محمد، تخلص حافظ اور لقب لسان الغیب ہے۔تذکروں میں ان کے والد کا نام بہاءالدین لکھا ہے جو فارس کے سلفری اتابکوں کے عہد میں اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز چلے گئے تھے۔خواجہ حافظ کی والدہ گازرون کی رہنے والی تھیں۔

حافظؔ نے مروجہ علوم کی تحصیل اپنے وطن ہی میں کی۔ان کی والدہ گازرون کی رہنے والی تھیں۔حافظ اپنے عہد کے علماء کی مجلسوں میں درس پا کر ایک بلند مقام پر پہنچ گئے۔ان کے استادوں میں ایک قوام الدین عبداللہ (متوفی ۸۷۳ھ) بھی تھے۔حافظ قرآن ہونے کی نسبت سے حافظ نے اپنا تخلص ''حافظ'' اختیار کیا۔آپ کے کلام میں جو تاثیر ہے اسے وہ قرآن خوانی ہی کا فیض قرار دیتے ہیں:

ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ   بہ قرآنی کے اندر سینہ داری

حافظ کے والدین دراصل اصفہان کے تاجر تھے۔بغرض تجارت اصفہان سے ہجرت کر کے شیراز آئے۔یہ وہ زمانہ تھا جب صوبہ فارس میں اتابکان فارس کی حکومت تھی۔حافظ ابھی ایام طفلی ہی میں تھے کہ والد بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا،ان کے دو بھائی اور بھی تھے جو آپ سے بڑے تھے، یہ سب شیراز ہی میں رہتے تھے،لیکن باہمی ناچاکی کے باعث حافظؔ کے دونوں بھائی کسی دوسری جگہ چلے گئے اور آپ اپنے والدہ کے ساتھ شیراز ہی میں رہ گئے۔بچپن میں کسب معاش کا بوجھ پڑا چنانچہ آپ نے ایک خمیر ساز کے ہاں نوکری اختیار کر لی اور وہاں سے جو انھیں ملتا تھا اس سے گذراوقات چلتا تھا۔

حافظ نے علم حکمت شمس الدین عبداللہ شیرازی کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔تذکرہ نویسوں کے مطابق قاضی عضدالدین عبد الرحمٰن یحیٰی سے بھی انھوں نے تعلیم حاصل کی جو اس عہد کے نامور علماء اور حکما میں شمار ہوتے تھے۔حاجی قوام الدین حسن اس عہد کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے اور دیوان مالیات کی محصلی کے عہدہ پر فائز تھے، حافظ نے ایک جگہ ان کی تعریف بھی کی ہے۔مجدالدین اسماعیل شیراز کے قاضی تھے اور مدرسہ مجدیہ میں جو خود انکے نام سے منسوب تھا درس دیا کرتے تھے۔

حافظ کا زمانہ بڑے انقلاب اور خونریزی کا زمانہ تھا۔لیکن اس کے باوجود اس زمانے میں علما وفضلا،صوفیا واولیاء اور شعراء

واد باء فارس میں بکثرت سے موجود تھے۔اسی وجہ سے حافظ کی سخن فہمی کا دائرہ کافی وسیع تھا۔حافظ نے ابو اسحاق کی حکومت کے زوال پر بہت ہی دردناک شعر لکھے ہیں۔ابواسحٰق کی سلطنت کا خاتمہ آل مظفر کے بانی محمد مبارز الدین کے ہاتھوں ہوا تھا۔پھراس کے بیٹوں نے یعنی شاہ محمود اور شاہ شجاع نے اس کے خلاف بغاوت کر کے اسے مغلوب کرلیا اور شاہ شجاع کے حکم سے اس کی آنکھوں میں نیل کی سلائی پھیر دی گئی،حافظؔ نے اپنے ایک قصیدہ میں اس کی ستم کاری کی طرف اشارہ کیا ہے۔اوراس کے مظالم کا حال بھی بیان کیا ہے۔

آل مظفر میں مبارز الدین کا بیٹا شاہ شجاع اوراس خاندان کا آخری حکمران شاہ منصور خاص طور پر حافظ کے ممدوح رہے ہیں۔جلال الدین شاہ شجاع خود بھی ادبی ذوق رکھتا تھا۔اسی بادشاہ کے عہد میں شیراز کو ظاہر پرست خشک متعصبوں کے پنجہ سے رہائی ملی۔حافظ نے کئی جگہ اپنے اشعار میں اس بادشاہ کا نام بھی لیا ہے۔

ایران سے باہر کچن بادشاہوں کا نام حافظ نے اپنے کلام میں لیا ہے،ان میں ایک جلائریوں یا ایلکانی سلاطین کے حکمران سلطان احمد بن شیخ اویس بن حسن کا نام بھی شامل ہے۔یہ خاندان ۷۳۶ھ سے لے کر ۸۱۸ھ تک ایران کے مغرب میں بغداد سے لے کر آذربائجان کے علاقہ پر حکومت کرتا تھا۔

''تاریخ فرشتہ'' میں مرقوم ہے کہ دکن کے بہمنی سلاطین کے پانچویں حکمران محمود شاہ بن حسن نے جو بہت علم دوست اور ادب پرور تھا، نے حافظ کو اپنے ملک میں بلانا چاہا۔محمود شاہ نے دعوت کے ساتھ حافظ کی خدمت میں زادِراہ بھی روانہ کیا،حافظ دکن جانے کے لیے کشتی میں سوار بھی ہوئے،لیکن کشتی طوفان میں پھنس گئی،لہٰذا حافظ ساحل پر اتر گئے اور واپس ہو گئے اور دکن نہیں جاسکے۔

شبلی کے مطابق بنگالہ کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ غیاث الدین بن اسکندر نے بھی خواجہ حافظ کو بنگال آنے کی دعوت دی تھی،لیکن غیاث الدین کی تخت نشینی کا سال ۷۹۲ھ لکھا ہے،اس لیے اگر یہ دعوت خواجہ صاحب کو دی گئی ہوگی تو اس کے جلوس سے پہلے کی بات ہوگی کیونکہ اس تاریخ تک حافظ کا انتقال ہو چکا تھا۔

سعدؔی کی طرف حافظ نے لمبے لمبے سفر نہیں کیے۔پوری عمر میں ایک مختصر سا سفر انھوں نے بندر ہرمز تک اور ایک سفر یزد تک کیا تھا۔باقی عمر وہ شیرازی ہی میں مقیم رہے اور اس شہر کی صفائی حسن وزیبائی اور اس کے مقام گلگشت اور دریائے رکنا باد کے ساحل سے ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

نسیم باد مصلی وآب رکن آباد　　　　نمی دھند اجازت مرا بسیر وسفر

خواجہ حافظ نے ۷۹۱ھ میں شیراز میں وفات پائی اور شہر کے اسی حصے میں جس کی سیر وتفریح سے وہ اپنا دل بہلاتے تھے اور اس کی گلگشت ان کی محبوب تفریح گاہ تھی اور جس کا نام مصلیٰ تھا،سپرد خاک ہوئے۔

شاعری: یہ امر مسلم ہے کہ غزل کی بنیاد سعدی نے ڈالی اور امیر خسرو وحسن دہلوی نے اس کو کافی ترقی دی۔ساتویں

صدی ہجری کے گلستان چمن میں ابھی انھیں بلبلوں کی سریلی آوازیں گونج رہی تھیں کہ سلمان ساوُجی اور خواجو کرمانی نے نغمہ سنجی شروع کی۔لیکن ان دونوں کو سعدی اور امیر خسرو جیسا بلند مقام نہیں مل سکا،البتہ قصیدہ نگاری اور مثنوی گوئی میں ان دونوں کو وہ کمال حاصل تھا جو دوسروں کو میسر نہ ہوسکی اور یہی اثر اکثر غزل میں بھی کام دیا۔غزل میں بھی ان دونوں نے کچھ جدتیں پیدا کیں۔سلمان بغداد کے ملک الشعراء تھے اور خواجو کرمان کے ممتاز شاعروں میں تھے۔

الغرض حافظ نے غزل کے اندر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ سلمان اور خواجو کا رنگ سارے ملک پر چھائے ہوا تھا۔ چنانچہ ابتداء میں انھوں نے خواجو کے کلام کو سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

استادغزل سعدی است پیش همه کس اما　　　　دارد سخن حافظ طرز وروش خواجو

جو غزلیں ہم طرح ہیں ان میں بعض ایسی ہیں کہ دونوں کے مصرعے ایک ہی ہیں۔سلمان کی غزلیں بھی اشتباہ پیدا کرتی ہیں کہ حافظ کی ہیں یا سلمان کی۔لیکن یہ ابتدائی مشق تھا جس میں حافظ کو مات کھانی پڑی، گویا شروع میں وہ سلمان اور خواجو سے آگے نہ بڑھ سکے،لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پیچھے پڑ گئے،ملاحظہ ہو خواجو فرماتے ہیں:

مادل دیوانہ درزنجیر زلفت بستہ ایم　　　　ای بسا عاقل کہ شد دیوانۂ زنجیر ما

اسی خیال کو حافظ نے یوں باندھا ہے:

عقل اگر داند کہ دل در بند زلفش چون خوش است

عاقلان دیوانہ گردند از پی زنجیر ما

اس شعر میں خواجہ حافظ نے عاقلوں کے دیوانۂ زنجیر ہونے کی وجہ ظاہر کر دی ہے یعنی یہ کہ زلف کی قید کس قدر پر لطف ہے ،اس کے علاوہ حافظ کا پہلا مصرع زیادہ صاف ہے،لیکن خواجو کے مصرع میں ایک خاص نکتہ ہے جو حافظؔ کے یہاں نہیں ہے خواجو کہتا ہے کہ میرا دیوانہ دل زنجیر زلف میں پھنس گیا، یہ وہ زنجیر ہے کہ عاقل بھی اس کے دیوانے بن گئے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقلمند اس زنجیر میں پھنستے ہیں تو دیوانے کا پھنسنا کیا تعجب ہے؟ اس کے علاوہ دیوانوں کو عموماً زنجیر میں باندھتے ہیں۔اس لیے دل کا زلف میں گرفتار ہونا قدرتی بات ہے،لہٰذا خواجو نے عاقل اور دیوانہ کے لفظی تقابل سے جو مطلب پیدا کیا ہے،خواجہ حافظ کے یہاں وہ نہیں ہے،اب مثال کے طور پر سلمان اور حافظ کی غزل کا ایک ایک شعر ملاحظہ فرمائیے:

سلمان کہتا ہے:

سودای زهد خشکم بر باد داده حاصل　　　　مطرب بزن ترانہ،ساقی بیار بادہ

حافظؔ کہتا ہے:

گل رفت ای حریفان غافل چرا نشینید　　　بی بانگ رود و چنگی، بی یار و جام بادہ

اس شعر میں سلمان کا دوسرا مصرع نہایت برجستہ اور مستانہ ہے۔

خواجہ حافظ اپنے یا حریفوں سے طرحی غزلوں میں چنداں بلند مرتبہ نہیں، ان کی شاعری کے مضامین بھی ان کا ذاتی سرمایہ نہیں، بلکہ خیام کے ابر قلم کے رشحات ہیں۔ بایں ھمہ حافؔظ کی غزلوں نے دنیا میں جو غلغلہ برپا کر دیا، اس کے سامنے سعؔدی، خسؔرو، خواجؔو، سلماؔن اور عماؔد فقیہ کی آوازیں بالکل پست ہوگئیں۔ اس کا کچھ سبب ہوگا اور یہی حافظ کی خصوصیات شاعری ہیں، جو اگرچہ ذوقی اور وجدانی ہیں جو صرف مذاق سلیم سے تعلق رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حافظ کی شاعری میں متعدد ایسی باتیں ہیں جن کا مجموعہ اعجاز بن گیا ہے، ممکن ہے ان میں سے ایک چند الگ الگ اوروں کے یہاں بھی نکل آئے لیکن حافظ کا کلام ''آنچہ خوبان ھمہ دارند تو تنہا داری'' کا مصداق ہے۔

حافظ کے کلام میں بعض اوصاف ایسے ہیں جو اوروں کے کلام میں اس درجہ تک نہیں پائے جاتے ہیں، مثلاً صفائی، برجستگی اور روانی، یہ وصف سعدی اور خسرو کے بھی مایۂ ناز رہا ہے۔ لیکن یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے مدارج کا کوئی حد نہیں، ممکن ہے کہ ایک شعر خود نہایت رواں، صاف اور برجستہ ہو، اور ایک اور شعر اس سے بھی زیادہ صاف اور دھلا ہوا ہو۔ آیئے ذیل میں مختصراً حافظ کے اوصاف شاعری کا جائزہ لیتے ہیں۔

جوش بیان: فارسی شاعری باوجود ہزاروں گونا گون اوصاف وخیالات کے جوش بیان سے خالی ہے۔ فردوسی اور نظامی کے یہاں خاص موقعوں پر جوش بیان کا پورا زور ہے، لیکن وہ اوروں کے خیالات اور واردات ہیں۔ اس کے برعکس حافظ کے کلام میں جو جذبات ہیں، وہ خود انکے واردات اور حالات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کو اس جوش سے بیان کرتے ہیں کہ ایک عالم چھا جاتا ہے۔ جوش بیان کے لیے کسی خاص مضمون کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہر خیال اور ہر مضمون کو جوش کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے۔ البتہ اختلاف نوعیت کے اعتبار سے صورتیں بدلتی جاتی ہیں مثلاً خوشی اور مسرت کا بیان، قہر وغضب کا بیان وغیرہ۔ بہر کیف ہر مضمونکو وہ اس جوش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ سننے والوں پر یہی اثر طاری ہو جاتا ہے:

در نماز م خم ابروی تو ام یاد آمد　　　حالتی رفت کہ محراب بہ فریاد آمد

حافظ پر رندی اور سرمستی کا غلبہ تھا، اس لیے یہ وصف انکے پورے کلام میں اس جوش وخروش کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ فارسی شاعری کی ہزار سالہ زندگی میں اس کی ایک بھی نظیر نہیں ملتی۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے ایک رند کا تصور دل میں کریں کہ وہ کن کن خیالات میں مست رہتا ہے، یعنی شرم وحیا چھوڑو، کسی سمت دوڑو، زاہد کو کیا معلوم کے جام کیا ہے گونا گون تلخ نظر آتا ہے۔ مطرب سے کہد و کہ ترانہ گائے، ساری دنیا پر میری حکومت ہے مثلاً:

بیا تا گل بر افشانیم ومی در ساغر اندازیم

فلک راسقف بہ شکافیم وطرح نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقان ریزد

من وساقی بہم سازیم وبنیادش براندازیم

خواجہ حافظ کے اس خاص کمال (جوش بیان) کا صحیح اندازہ اس وقت ہوسکتا ہے جب ہم اسی مضامین کے تحت دوسرے استاد سے موازنہ کریں، ملاحظہ ہو، سلمان کہتا ہے:

درون صاف ز اهل صلاح وزهد مجوی

کہ این نشانۂ رندان دردی آشام است

اسی مضمون کو حافظ یوں بیان کرتے ہیں:

راز درون پردہ زرندان مست پرس

کین حال نیست زاهد عالی مقام را

بدیع الاسلوبی: اکثر مضامین ایسے ہیں جو مدتوں سے بندھتے آتے تھے، لیکن بجائے خود بالکل معمولی مضامین تھے جس میں کوئی دلفریبی نہ تھی۔ لیکن حافظ کی جدت ادانے اس معمولی مضمون کو بھی نہایت لطیف بنا دیا۔ مثلاً محبوب کی آنکھ کو سب، مخمور، سر شار اور مست کہتے ہیں، لیکن حافظ کی زبانی سنئے۔

هرکس بہ دید چشم او گفت　　　　کو محتسبی کہ مست گیرد

موازنہ کے اشعار ملاحظہ ہوں، سعدی فرماتے ہیں:

ای بلبل اگر نالی من با تو هم آوازم　　　　تو عشق گلی داری من عشق گل اندامی

اس مضمون کو حافظ یوں ادا کرتے ہیں:

بنال بلبل اگر بامنت سر یاری است　　　　کہ ما دو عاشق زاریم وکار ما زاری است

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ بلبل اگر تو رونے پر آمادہ ہے تو میں بھی تیرا ساتھ دینے پر آمادہ ہوں، مجھ کو تم سے ہمدردی صرف اس وجہ سے ہے کہ تو گل کا عاشق ہے اور میرا معشوق گل اندام ہے۔ غرض شیخ نے ہمدردی کی وجہ معشوق کا یک گونہ اشتراک قرار دیا ہے۔ اس کے برعکس خواجہ حافظ ہمدردی کی وجہ عشق کی شرکت قرار دیتے ہیں۔ معشوق کے اشتراک سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے علاوہ خود بلبل کے پیرو نہیں بنتے، بلکہ بلبل کو اپنا پیرو بناتے ہیں۔ لفظ ''دو'' پر جزو رصرف کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشق کے صحیح دعویدار

صرف دو ہی ہوسکتے ہیں، عاشق اور بلبل، انباتوں کے ساتھ ''زار'' اور ''زاری'' کا اجتماع شعر کو نہایت بلند پایہ کر دیتا ہے۔

واردات عشق: حافظ نے شاعری کی مختلف انواع کو لیا ہے اور سبھوں کو بلند مرتبہ پر پہنچا دیا ہے۔ لیکن ان کی اصل شاعری عشق وعاشقی اور رندی و سرمستی ہے۔ رندانہ مضامین وہ جس زور کے ساتھ ادا کرتے ہیں وہ قابل تعریف ہے۔ عشقیہ مضامین سے ان کا دیوان بھرا پڑا ہے اور اس کا مظاہرہ جوش بیان کے عنوان میں گذر چکا ہے۔ چونکہ حافظ فطرتاً شگفتہ مزاج تھے اس لیے ان کے عشقیہ جذبات غم اور درد سے کم تعلق رکھتے ہیں۔ وہ غمگین منھ بنانا بھی چاہتے ہیں تو چہرہ سے شگفتگی نہیں جاتی۔ اس بنا پر وہ ناز و نیاز، بوس وکنار کے جذبات اچھی طرح ادا کر سکتے ہیں۔ وہ اس قسم کا عشق نہیں کرتے کہ کسی کے پیچھے زندگی برباد کر دیں، گلیوں میں پڑے پھریں، اچھی صورت سامنے آئی، دیکھ لی دل تازہ ہو گیا، پاس بیٹھ گئے، ہم زبانی کا لطف اُٹھا لیا، زیادہ پھیلے تو سینے سے لگا لیا، گلے میں باہیں ڈال دیں، اس حالت پر بھی کوئی برا خیال نہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

منم کہ شہرۂ شہرم بہ عشق ورزیدن　　　منم کہ دیدہ نیالودہ ام بہ بد دیدن

فلسفہ: حافظ کا فلسفہ تقریباً وہی ہے جو خیام کا ہے۔ حافظ نے انھیں مضامین کو زیادہ تفصیل اور جوش کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انکا فلسفہ اس مسئلہ پر شروع ہوتا ہے کہ انسان کو کائنات کا اسرار اور ان کی حقیقت کچھ معلوم نہیں اور نہ معلوم ہوسکتا ہے، اس مضمون کو سقراطؔ فارابی، ابن سینا اور خیام سب نے بیان کیا تھا لیکن حافظ کا جوش بیان سب سے الگ تھلگ اور خاص ہے:

بروای زاھد خود بین! کہ زچشم من وتو　　　راز این پردہ نہان است ونہان خواھد بود

فلسفۂ اخلاق: حافظ جب انسانیت کو اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک معلم اخلاق ہیں اور اسی حیثیت سے درس دیتے ہیں۔ خود ان کی زبانی سنئے۔

مباش در پی آزار وھر چہ خواھی کن　　　کہ در شریعت ما بیش ازین گناھی نیست

علما اور واعظین کی پردہ دری: مخفی اور دقیق عیوب جس قدر علما اور واعظین میں پائے جاتے ہیں، کسی فرقہ میں نہیں پائے جاتے، چنانچہ امام غزاؔلی نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اس کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے، لیکن چونکہ یہ فرقہ ہمیشہ با اقتدار رہا ہے، اس لیے ان کے عیوب کا ظاہر ہونا آسان بات نہیں ہے۔ امام غزالی نے اس کا جو نتیجہ اُٹھایا، یہ تھا کہ ان کی جان پر بن آئی۔ اس لیے ان کے بعد کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ایسے مسائل کو اپنی تحریروں میں لائے۔ شعراء میں سب سے پہلے خیاؔم نے جرأت کی، اس کے بعد سعدی نے دبی زبان سے کچھ کچھ کہا، لیکن جس دلیری اور آزادی سے حافظ نے اس فرض کو ادا کیا، آج تک کسی سے نہ ہوسکا:

واعظان کین جلوہ برمحراب ومنبر می کنند　　　چون بہ خلوت می روند آن کار دیگر می کنند

روزمرہ ومحاورے: حافظ کی فصاحت کلام کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ان کے کلام میں روزمرہ اور محاورے نہایت کثرت سے پائے جاتے ہیں مثال کے طور پر ان کا یہ شعر:

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین　　　کین جا ہمیشہ باد بدست است دام را

درجہ بالا خوبیوں کے علاوہ، خوش نوائی، بندش کی چستی، شوخی وظرافت اور تسلسل مضامین بھی ان کی خصوصیات شاعری میں سے ہیں جو ان کے کلام میں بیشتر مشاہدہ ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ ان کی تمام خوبیوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواجہ صاحب غزل سرا کی حیثیت سے تمام فارسی غزل گو شعراء میں ایک ممتاز اور بلند مقام کے حامل ہیں۔

M.A Persian Semester - II , Lesson No.02
Course No. ACC - 202
Unit-I Classical Poetory

خواجہ حافظ شیرازی منتخب غزلیں

(۱) صبح دم مرغ چمن باگل نو خاستہ گفت   ناز کم کن کہ درین باغ بسی چوں تو شگفت

حل لغات: گل نو خاستہ: نیا کھلا ہوا پھول۔ ناز کردن: فخر کرنا۔ مرغ چمن: بلبل۔

ترجمہ: صبح کے وقت بلبل نے ایک نئے کھلے ہوئے پھول کو کہا کہ تم فخر کم کرو۔ کیونکہ اس باغ میں تم جیسے بہت سے (پھول) ہیں۔

(۲) گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولی   ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نگفت

ترجمہ: پھول ہنسا (اور اس نے کہا) کہ سچی بات سے ہم رنجیدہ نہیں ہوتے ہیں لیکن کسی عاشق نے سخت بات معشوق کو نہیں کہا۔

(۳) گر طمع داری ازان جام مرصع میِ لعل   دُرّ و یاقوت بنوک مژہ ات باید صفت

حل لغات: طمع: لالچ۔ مرصع: جواہر جڑا ہوا، سجا ہوا۔ لعل: قیمتی جوہر، پتھر۔ دُر: موتی۔ یاقوت: قیمتی جوہر کی ایک قسم۔ مژہ: پلک۔ سفتن: پرونا۔

ترجمہ: اگر تم تمنا رکھتے ہو کہ اس مرصع (جڑاؤ) پیالہ سے لعل جیسی شراب پیو۔ تو تجھے پلکوں کی نوک سے موتی اور یاقوت پرونے چاہئیں (یعنی وصال معشوق کے لیے عاشق کو آنسو بہانا ضروری ہے۔)

(۴) تا ابد بوئی محبت بمشامش نرسد   ھر کہ خاک در میخانہ برخسارہ نرفت

حل لغات: ابد: ہمیشگی جمع آباد۔ مشام: سونگھنے کی جگہ۔ رُفتن: جھاڑو دینا، صاف کرنا۔

ترجمہ: قیامت تک اسی شخص کی ناک میں محبت کی خوشبو نہیں پہونچے گی جس نے شراب خانہ کی مٹی اپنے رخسارے سے نہیں صاف کیا۔

(۵) در گلستان ارم دوش چو از لطف ہوا   زلف سنبل زنسیم سحری می آشفت

حل لغات: ارم: بہشت۔ دوش: دوشب کا مخفف۔ لطف: پاکیزی، مہربانی۔ سنبل: ایک گھاس، اناج کی بال۔ نسیم: خوشبودار چیز، ہلکی خوشبو۔

ترجمہ: گذشتہ کل کی رات جنت کے باغ میں جب ہوا کی پاکیزگی سے نسیم سحری کی وجہ سے سنبل کی زلف بکھر رہی تھی۔

(۶) گفتم ای مسند جم جام جهان بینت کو گفت افسوس کہ آن دولت بیدار بخفت

حل لغات: جم: جمشید کا مخفف ہے۔ جہان بین: دنیا کو دیکھنے والا۔ خفتن: سونا۔

ترجمہ: میں نے کہا کہ اے جمشید کی مسند تمہارا جہاں نما پیالہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ افسوس وہ جاگتی دولت سو گئی۔

(۷) سخن عشق نہ آنست کہ آید بزبان ساقیا می دہ و کوتاہ کن این گفت وشنفت

ترجمہ: عشق کی بات وہ نہیں ہے جو زبان پر آئے۔ اے ساقی شراب دو اور گفت وشنید کو ختم کرو (شراب پینے کے بعد انسان کی طبیعت کا اصل جوہر سامنے آجاتا ہے۔)

(۸) اشکِ حافظ خرد و صبر بدریا انداخت چہ کند سوزِ غم عشق نیارست نهفت

ترجمہ: حافظ کے آنسو نے عقل اور صبر کو دریا میں پھینک دیا۔ وہ کیا کرے، عشق کے غم کی سوزش کو وہ چھپا نہ سکا۔

خواجہ حافظ کی دوسری غزل

(۱) دوش دیدم کہ ملائک در میخانہ زدند گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

حل لغات: ملائک: ملک کی جمع فرشتہ۔ درزدن: دستک دینا، کھٹکھٹانا۔

ترجمہ: میں نے گذشتہ کل کی رات دیکھا کہ فرشتوں نے میخانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، آدم علیہ السلام کی مٹی کو گوندھا اور اس سے پیمانہ بنایا۔

(۲) ساکنان حرم سرّ عفاف ملکوت با من راہ نشین بادۂ مستانہ زدند

حل لغات: سرّ: راز بھید۔ عفاف: پاکدامنی۔ بادہ: شراب۔

ترجمہ: عالم ملکوت کی پاکدامنی کے راز کے حرم کے رہنے والوں نے، مجھ جیسے راہ نشین یعنی مسافر کو مستانہ شراب دیدی یعنی پلادی

(۳) شکر ایزد کہ میاں من واو صلح افتاد حوریان رقص کنان ساغر شکرانہ زدند

حل لغات: ایزد: اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ حور: جنت کی حسین زنانی مخلوق جو ہر مومن کو ملے گی۔ حورہ کی کی جمع ہے، رقص: ناچ۔

ترجمہ: خدا کا شکر ہے کہ میرے اور اس کے درمیان صلح ہوگئی، حوروں نے ناچتے ہوئے شکرانہ کا ساغر پیا

(۴) جنگ ھفتا دو دوملت ہمہ را عذر بنہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

ترجمہ: یہ سبھی بہتر ملتوں کے اختلاف کو تم معذور سمجھو، چونکہ ان لوگوں نے حقیقت کو نہیں دیکھا اس لیے انھوں نے افسانہ کا راستہ اختیار

کیا۔

(۵) آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

حل لغات: قرعہ: پانسہ، جمع قرع: فال: شگون، جمع فول، افویل۔

ترجمہ: آسمان امانت کا بوجھ نہیں اُٹھا سکا، فال کا قرعہ انھوں نے مجھ دیوانہ کے نام نکال دیا۔

(۶) نقطۂ عشق دل گوشہ نشینان خون کرد ہمچو آنخال کہ بر عارض جانانہ زدند

ترجمہ: عشق کے نقطہ نے گوشہ نشینوں کے دل کو خون کر دیا، اس تل کی طرح جو انھوں نے معشوق کے رخسار پر لگا دیا۔

(۷) ما بصد خرمن پندار زرہ چون نرویم چون رہ آدم خاکی بیکی دانہ زدند

ترجمہ: ہم غرور کے سو کھلیانوں کے ہوتے ہوکے راستہ سے کیوں نہ بھٹک جائیں۔ جبکہ انھوں نے آدم خاکی کا راستہ ایک دانہ کی وجہ سے بند کر دیا۔

(۸) آتش آن نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع آتش آن ست کہ در خرمن پروانہ زدند

ترجمہ: آگ وہ نہیں ہے جس کے شعلہ پر شمع مسکرائے، آگ وہ ہے جو انھوں نے پروانہ کے کھلیان میں لگا دی۔

(۹) کس چو حافظ نکشید از رخ اندیشہ نقاب تا سر زلف عروسان سخن شانہ زدند

ترجمہ: حافظ کی طرح کسی نے خیالات (افکار) کے رخ سے نقاب نہیں اُٹھایا، جب سے کلام کی دلہنوں کی زلف میں انھوں نے کنگھی کی ہے۔

حافظ شیرازی کی تیسری غزل

(۱) دل می رود ز دستم صاحبدلان خدارا دردا کہ راز پنہاں خواھد شد آشکارا

ترجمہ: دل میرے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اے دل والو خدا کے واسطے (میری مدد کرو) افسوس ہے کہ پوشیدہ راز ظاہر ہو جائیگا۔

(۲) دہ روزہ مہر گردون افسانہ ایست وافسون نیکی بجائے یاران فرصت شمار یارا

مہر گردوں یعنی زمانہ کی دس روزہ محبت افسانہ اور جادو ہے، دوستوں کے ساتھ بھلائی کرنا، اے دوست غنیمت سمجھو۔

(۳) در حلقۂ گل ومل خوش خواند دوش بلبل ھات الصبوح حیوا یا ایھا السکاریٰ

حل لغات: صبوح: صبح کے وقت پینے والا شراب، شکاری، مست شرابی۔

ترجمہ: پھول اور شراب کی محفل میں کل کی رات بلبل کیا خوب گا رہی تھی، صبوحی لاؤ اور اے مستو! آؤ!

(۴) کشتی شکستگانیم ای بادشرطہ برخیز باشد کہ بازبینم آن یار آشنارا

ترجمہ: ہم لوگ ٹوٹی ہوئی کشتی والے ہیں، اے موافق ہواتم چل پڑو، شاید کہ ہم ان آشنادوستوں کی دوبارہ دیکھ سکیں۔

(۵) ای صاحب کرامت شکرانہ سلامت روزی تفقدی کن درویش بی نوارا

حل لغات: تفقد: کسی کی حالات کی جانکاری اس نیت سے لینا کہ صاحب حال کے ساتھ خیرخواہی کا معاملہ کرے۔

ترجمہ: اے نوازش والے اپنی سلامتی کے شکرانہ میں کسی دن بے سامان والے فقیر کی حالات کی جانکاری لے لیجئے۔

(۶) آسایش دوگیتی تفسیر این دوحرف است بادوستان تلطف بادشمنان مدارا

ترجمہ: دونوں جہاں کا آرام ان دوحرف یعنی دولفظوں کی تفسیر ہے، دوستوں کے ساتھ مہربانی اور دشمنوں کے ساتھ تواضع کرنا۔

(۷) درکوی نیک نامی مارا گذرندادند گرتو نمی پسندی تغییر کن قضارا

حل لغات: تغییر: حالت بدل دینا۔ کوی: گلی، کوچہ۔ قضا: حکم خداوندی، موت، تقدیر

ترجمہ: نیک نامی کی گلی میں لوگوں نے مجھے گذرنے کا موقع نہیں دیا (اے اللہ) اگرتم اس کو پسند نہیں کرتا ہے تو تقدیر کو بدل دے۔

(۸) آئینہ سکندجام جم ست بنگر تابرتو عرضہ دارداحوال ملک دارا

ترجمہ: سکندر کا آئینہ (گویا) جمشید کا پیالہ ہے، تم غور کروتا کہ تجھ پر دارا کے ملک کے احوال پیش کردے۔

(۹) سرکش مشومشوکہ چون شمع ازغیرتت بسوزد دلبرکہ درکف اوموم ست سنگ خارا

ترجمہ: نافرمان مت بنو، کیونکہ تم کو غیرت کی وجہ سے موم بتی کی طرح جلادے گا، وہ معشوق جس کی ہتھیلی میں سخت پتھر موم ہے۔

(۱۰) گرمطرب حریفان این پارسی بخواند دررقص حالت آردپیران پارسارا

ترجمہ: اگر ہم پیشہ گویّا یہ فارسی غزل گائے گا تو ان پاک باز بوڑھوں کو رقص کی حالت میں لے آئیگا۔

(۱۱) آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائثش خواند اشھیٰ لناواحلی من قبلۃ العذاریٰ

حل لغات: اشھیٰ: مرغوب، احلیٰ: خوشگوار۔ قبلۃ: بوسہ، عذرای، کنواری لڑکی۔ ام الخبائث: تمام خرابیوں کی ماں یعنی شراب۔

ترجمہ: وہ کڑوی چیز کہ صوفی نے جس کو ام الخبائث کہا ہے وہ ہمارے لئے کنواری لڑکیوں کے بوسہ سے زیادہ مرغوب اور خوشگوار ہے۔

(۱۲) ہنگام تنگدستی درعیش کوش ومستی کاین کیمیای ہستی قارون کندگدارا

ترجمہ: تنگدستی کے زمانہ میں عیش اور مستی میں لگ جاؤ اس لیے کہ زندگی کی یہ کیمیا فقیر کو قارون بنادیتی ہے۔

(۱۳) خوبان فارسی گوبخشندگان عمرند ساقی بدہ بشارت پیران پارسارا

ترجمہ: پارس کے معشوق گویا عمر بخشنے والے ہیں، اے ساقی نیک بوڑھوں کو خوشخبری دیدو۔

(۱۴) حافظ بخود نپوشیداین خرقہ می آلود ای شیخ پاکدامن معذور دار مارا

ترجمہ: حافظ نے خود سے یہ شراب میں بھیگی ہوئی گدڑی نہیں پہنی ہے۔اے پاکدامن شیخ مجھ کومعذور سمجھو۔

خواجہ حافظ کی چوتھی غزل

(۱) بیا تا گل برافشانیم ومی درساغراندازیم فلک راسقف بشگافیم وطرح نو دراندازیم

ترجمہ: آؤ تا کہ پھول برسائیں اور ساغر میں شراب ڈالیں۔آسمان کی چھت کو پھاڑ ڈالیں اورنئی بنیاد قائم کریں۔

(۲) اگرغم لشکرانگیزد کہ خون عاشقان ریزد من وساقی بہم سازیم وبنیادش براندازیم

ترجمہ: اگرغم لشکرکشی کرے تا کہ عاشقوں کا خون بہائے تو میں اور ساقی متفق ہو جائیں گے اوراس کی جڑ اُکھاڑ پھینکیں گے۔

(۳) چودردست ست رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش کہ دست افشان غزل خوانیم وپاکوبان سراندازیم

ترجمہ: جبکہ تمہارے ہاتھ میں اچھا باجا ہے اس لیے اے مطرب اچھا گانا گاؤ تا کہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے ہم غزل پڑھیں اور ناچتے ہوئے سر دھنیں۔

(۴) صبا خاک وجود ما بآن عالی جناب انداز بود کان شاہ خوبان رانظر برمنظر اندازیم

ترجمہ: اے صبا ہمارے وجود کی مٹی کو اس بلند دربار میں ڈال دو، ہوسکتا ہے کہ ہم ان حسینوں کے بادشاہ کے چہرہ کو دیکھ لیں۔

(۵) یکی ازعشق می لافد دگرطامات می بافد بیا کاین داوریہارا بہ پیش داور اندازیم

ترجمہ: ایک شخص عشق کی ڈینگیں مارتا ہے، اور دوسرا جادوئی کرامات کی بکواس کرتا ہے، آؤ ہم ان جھگڑوں کو خدا کے سامنے پیش کردیں۔

(۶) بہشت عدن گرخواھی بیا باما بمیخانہ کہ از پای خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

ترجمہ:اگرتم بہشت عدن چاہتے ہوتو ہمارے ساتھ شرابخانہ میں آجاؤ تا کہ تم کو مٹکے کے پائے سے سیدھا حوض کوثر میں ڈالدیں۔

(۷) شراب ارغوائی را گلاب اندرقدح ریزیم نسیم عطرگردان راشکر درمجمر اندازیم

حل لغات: ارغوانی: سرخ یانارنجی رنگ والا۔قدح: پیالا۔مجمر :انگیٹھی۔

ترجمہ: سرخ شراب کے پیالے میں گلاب ملائیں (اور) خوشبو پھیلانے والی نسیم کی انگیٹھی میں شکر ڈالدیں۔

(۸) بیا جانان منورکن زرویت مجلس مارا کہ درپیشت غزل خوانیم ودرپایت سراندازیم

ترجمہ: اے معشوق تم آؤ اور اپنے چہرے سے ہماری مجلس کو پرنور کردو تا کہ ہم تمہارے سامنے غزل پڑھیں اور تمہارے پیروں میں سر ڈالدیں۔

(۹) بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم　　　سخندانی وخوش خوانی نمی ورزند در شیراز

ترجمہ: شیراز میں لوگ سخندانی اور خوشخوانی کو پسند نہیں کرتے ہیں اس لیے اے حافظ آؤ تا کہ ہم اپنے آپ کو دوسرے ملک میں ڈالدیں۔